سیاسی اشرافیہ اور بیوروکریسی کا کڑا اِحتساب

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

اطلاعات کے مطابق رواں برس عام انتخابات ہونے سے پہلے نیب اور حساس اداروں نے قومی وصوبائی اسمبلی کے اراکین کے اثاثوں کی چھان بین شروع کردی ہے۔ جبکہ صوبائی حکومت کے تحت جاری ترقیاتی منصوبوں پر تحقیقات کا آغاز کردیا گیا ہے۔ ذرائع کے مطابق ابھی ابتدائی چھان بین ہورہی ہے، تاہم انتخابات سے پہلے ہی باقاعدہ کارروائی کا آغاز کرکے تحقیقات کا سامنا کرنے والے اراکین پارلیمنٹ کو طلب بھی کیا جاسکتا ہے۔ نیب کی تحقیقات کا دائرہ کار دیگر محکمہ جات تک پھیلنے کے اشارے بھی مل رہے ہیں۔ ہاؤسنگ کالونیوں، نیز بیرون ملک جائیدادیں بنانے اور منی لانڈرنگ کرنے والے وزرا، ارکان اسمبلی اور اعلیٰ بیوروکریٹس کے خلاف اہم ثبوت اکٹھے کر لیے گئے ہیں۔ قومی اخبار میں فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق جن افراد کے خلاف نیب کارروائی چاہ رہی ہیں اُن میں 6 سابق اعلیٰ افسران شامل ہیں، جن کا تعلق اہم ترین اداروں سے بتایا جاتا ہے، جبکہ 3 وفاقی وزیر، 6 سابق وزرا اور 12 اعلیٰ پولیس افسران بھی شامل ہیں ، جن کے خلاف ثبوت اکٹھے کرکے کارروائی شروع کردی گئی ہے۔ ان تمام لوگوں نے بے نامی جائیدادیں بنا رکھی ہیں اور مذکورہ وزراء نے مختلف کمپنیوں میں سرمایہ کاری بھی کر رکھی ہے۔ ذرائع کے مطابق اس حوالے سے نیب نے کافی حد تک ثبوت اکٹھے کرلیے ہیں، چند دنوں میں نیب کی جانب سے 3 وفاقی وزراء کو نوٹس بھی ملنے کا امکان ہے۔

ہمارا اِنتخابی نظام جن بنیادوں پر اُستوار کیا گیا ہے، اُس میں نیچے سے اوپر تک کرپشن اور اقربا پروری کے بارہ مسالے کُوٹ کُوٹ کر اِستعمال میں لائے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِس ٹکسال سے جو بھی سکہ ڈھل کر نکلتا ہے، وہ سیر نہیں سوا سیر کا ہوتا ہے۔ انہی خصوصیات کی بدولت کمزور نظام والے ملکوں میں پاکستان چھٹے نمبر پر ہے۔ جمہوری نظام کو ضعف و اضمحلال سے دوچار کرنے والا وہی نسل در نسل اقتدار پرست مافیا ہے جو سرمایہ پرستوں، رسہ گیروں، بلیک مارکیٹرز، ٹارگٹ کلرز اور قبضہ گروپوں پر مشتمل ہے اور اِس ملک پر ستر برس سے مسلط ہے۔ وہ پاکستان کے سیاسی نظام کو شفافیت کی راہ پر چلنے ہی نہیں دیتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جمہوری ڈھانچہ تنزل اور اَبتری کی دلدل میں تیزی کے ساتھ گرتا جارہا ہے۔ چپڑاسی کے تقرر کے لیے میرٹ، کلرک کی تعیناتی کے لیے قابلیت، حتیٰ کہ ڈرائیور کے لیے ٹیسٹ اور اِنٹرویو ضروری ہے، مگر اَسمبلی اور سینٹ کا رُکن بننے کے لیے کسی تعلیم، تجربہ، مہارت، قابلیت، شخصی اوصاف اور ذہانت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ پی ایچ ڈی کرنے والے دھکے کھاتے ہیں اور پرائمری اور مڈل فیل اسمبلیوں کی رکنیت پاتے ہیں۔ ہمارے اصلی حکمرانوں کو قابل افراد کی بجائے ایسے ہی بھانڈوں کی ضرورت ہوتی ہے کہ جو اُن کے اقتدار کی مضبوطی کے لیے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھائیں۔ ایسے نورَتن

ہی شاہی دربار میں مسند کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور حق گوئی کرنے والوں کا مقدر گوالیار کے قلعہ کا قید خانہ ہوتا ہے۔

بوگس اور جعلی ووٹوں پر بننے والے نمائندوں سے عوامی نمائندگی کی توقع دیوانے کا خواب ہے۔ جو شخص لاکھوں روپے میں پارٹی ٹکٹ خرید کر اور کروڑوں روپے انتخابی مہم پر خرچ کر کے اسمبلی میں پہنچتا ہے۔ وہ عوامی نمائندگی نہیں کرے گا، بلکہ اپنا پیٹ ہی بھرے گا۔ کبھی ترقیاتی فنڈز کے نام پر دولت اور کبھی پارٹی سے وفاداری کے صلے میں بھاری رقمیں اُس کے اکاؤنٹ میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ کروڑوں کے قرضے معاف ہوتے ہیں اور اُن کی منڈلیاں کرپشن کی انتہا اور ہارس ٹریڈنگ کرنے کے باوجود این آر او کے ذریعے پھر مقدس گائے کا درجہ پا لیتی ہیں۔ یہ کرپٹ انتخابی نظام ہی ہے جو سینٹ کے امیدوار کو پندرہ لاکھ، قومی اسمبلی کے امیدوار کو چالیس لاکھ اور صوبائی اسمبلی کے امیدوار کو بیس لاکھ روپے کی انتخابی مہم چلانے کی قانونی اجازت دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ اخراجات کروڑوں کی حد کو چُھو لیتے ہیں۔ اِس سرمایہ داری نظام میں کسی غریب کے لیے انتخابات لڑنا تو ایک طرف رہا، وہ تو ووٹ ڈالنے کے لیے جانے سے بھی قاصر ہوتا ہے کہ ووٹ ڈالے یا بچوں کی دو وقت کی روٹی کا انتظام کرے۔ جب تک انتخابی نظام میں خاطر خواہ انقلابی تبدیلیاں نہیں لائی جاتیں، ووٹر اِس استحصالی نظام کے ہاتھوں مجبور ہے کہ عوامی نمائندگی کے نام پر قوم و ملک کا سرمایہ ہڑپ کرنے والوں کو منتخب ہوتا دیکھتا رہے اور کڑھتا اور روتا پیٹتا رہے، کہ وہ اِس کے سوا کر ہی کیا سکتا ہے!

ملک پر مسلط دوسرا مافیا غلامی کے دور کی بدترین یادگار بیوروکریسی ہے۔ بیوروکریسی کا ''بابو گروپ'' جو پہلے ڈی ایم جی ہوا کرتا تھا۔ اب اس نے اپنا نام پاکستان ایڈمنسٹریٹو سروس رکھ لیا ہے۔ نوکر شاہی کہلانے والا یہ مافیا عوام کا خادم کیسے ہو سکتا ہے۔ بے اندازہ مراعات اور بھاری تنخواہوں کے باوجود دَولت کی حرص ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتی۔ اندازہ کیجیے کہ بیس، اکیس اور بائیس گریڈ کے ڈیڑھ دو لاکھ کے تنخواہ دار بیوروکریٹ کے بچے کیسے امریکہ اور یورپ کے ان تعلیمی اداروں میں پرورش پاتے ہیں جہاں ایک سمسٹر کی فیس ہی 50 ہزار ڈالرز سے ایک لاکھ ڈالرز کے درمیان ہے۔ نوکر شاہی کے یہ کارندے ہر سال چھٹیاں گزارنے کے لیے سوئٹزرلینڈ، ویانا اور جزائر غرب الہند جاتے ہیں۔ پاکستان میں مہنگی ترین لگژری گاڑیوں میں گھومتے اور پوش علاقوں کے وسیع بنگلوں میں رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شاہانہ خرچے بھاری کرپشن کے بغیر کسی طرح بھی ممکن نہیں ہیں۔ بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کے ساتھ بیوروکریسی کی سیاست میں آمد ہوئی۔ زرداری کے دور میں صوبائی بیوروکریسی بھی سیاست میں ملوث ہوئی۔ اب بیوروکریسی اور سیاست یک جان دو قالب ہیں۔ بدعنوانوں کے اس اتحاد نے سیاسی نظام کو جس بری طرح آلودہ کیا ہے۔ یہ گند اب جلد صاف ہونے والا نہیں ہے۔ قانون کی مکمل عمل داری میں بے رحمانہ، غیر جانبدارانہ اور کڑا اِحتساب ہی اِس کا واحد حل ہے۔ جس کے بعد کسی کا تذکرہ پانامہ اور پیراڈائز لیکس میں نہیں آئے گا۔ پھر نہ کوئی عدالتی لاڈلا کہلائے گا اور نہ کوئی نااہل ہوگا اور نہ کوئی راؤ انور جیسا ایس ایس پی رینک کا افسر پچاسی ارب روپے کی منی لانڈرنگ اور چار سو جھوٹے پولیس مقابلوں کے الزامات کا حامل ہوگا۔